حضرت علامہ محمد اسفند یار خان
رئیس جامعہ دار الخیر گلستان جوہر کراچی

جامع الصفات شخصیت

حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہؒ

خالق دو جہاں نے جب سے یہ کائنات تخلیق کی ہے اس وقت سے ہی حق و باطل کے مابین جنگ جاری ہے اور یہ جنگ اس وقت تک جاری رہے گی جب تک کہ رب العالمین اس زمین و آسمان اور اس پوری کائنات کو نیست و نابود نہیں فرما دیتے۔ انسان کی پیدائش سے لے کر آج تک دنیا بھر کے انسان دو گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں' ایک گروہ وہ ہے جو ابلیس اور اس کی ذریت کی پیروی کر کے اللہ تعالیٰ کے بندوں کو شیطان کے بندے بنانے پر تلا ہوا ہے جبکہ اس کے مقابلے میں دوسرا گروہ وہ ہے جو انبیاء کرامؑ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے گمراہوں کو اس راستے کی جانب رہنمائی کرنے کا فریضہ سرانجام دینے میں اپنی زندگیاں صرف کر دیتا ہے جو راستہ بھٹکے ہوئے بندوں کو اپنے رب سے ملاتا ہے اور اس حقیقت سے تو بچہ بچہ واقف ہے کہ علماء دیوبند نے ہمیشہ حق کی پیروی اور ترجمانی کی ہے۔

ہمارے اسلاف کی قربانیوں اور شبانہ روز محنت و کاوشوں کا ہی نتیجہ ہے کہ آج اس خطے میں دین اسلام اپنی اصل شکل میں موجود ہے اور عوام الناس کی اکثریت قرآن وسنت کی حقیقی تعلیمات سے آشنا ہے ورنہ اہل باطل کی سرتوڑ کوششوں کے نتیجے میں یہاں ہر سو شرک و بدعت کا ہی راج ہوتا اور عوام اسلام کے نام پر ''دین الٰہی'' اور ''دین پرویزی'' جیسے خود ساختہ مذاہب کی پیروی پر مجبور ہوتے۔ آج اگر اس ملک میں اہل حق کی اکثریت ہے تو یہ فقط علماء حق کی قربانیوں کا ہی ثمر ہے۔ علماء حق کے اسی قافلے کے ایک سرفروش مجاہد کا نام حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہؒ تھا جو اپنی دینی خدمات کی بدولت کسی تعارف کے محتاج نہیں۔

احسن سیرت اور احسن صورت کا مرقع

خالق کائنات نے انہیں حسن صورت اور حسن سیرت دونوں سے خوب نوازا تھا۔ مولاناؒ علم کا ایک ایسا بحر بیکراں تھے کہ جب وہ علم کے دریا بہانے پر آتے تو تشنگان علم کے قلوب کے حوض تر بتر ہو جاتے اور طالبان

حق کی عقول کے جام یوں لبریز ہو جاتے کہ حیرت سے ان کے منہ کھلے کے کھلے رہ جاتے مگر اس بحر العلوم کی لہریں اسی طرح اہل ساحل کو سیراب کرتی رہتیں۔

رفاقتیں اور محبتیں

مولاناؒ کے ساتھ میرا تعلق کوئی دو چار روز یا دو چار برس کی بات نہیں، نہ ہی ان کی شخصیت ایسی تھی جسے ایک مختصر سے مضمون میں بیان کیا جا سکے، اس کے لئے تو ایک ضخیم دفتر کی ضرورت ہے، ان کی حیات کا ہر گوشہ ایک طویل مضمون کا متقاضی ہے۔ ان کی زندگی کے کٹھن سفر میں بارہا ایسے مواقع بھی آئے کہ جہاں بڑے بڑوں کے قدم ڈگمگا جاتے ہیں مگر آفرین ہے مولاناؒ کی مستقل مزاجی پر، کہ ان کے پائے استقامت میں کبھی لغزش نہیں آئی اور وہ ہمیشہ دشمنان اسلام کے سامنے کوہ ہمالیہ بن کر ڈٹے رہے۔

ع حق مغفرت کرے، عجب آزاد مرد تھا

خالق کائنات نے واضح طور پر اعلان فرمادیا۔ و فی التنزیلہ العزیز، کل نفس ذائقة الموت ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تک اپنی محبوب ہستیوں کو موت سے ہمکنار کر کے رب کائنات نے یہ بتا دیا کہ جو شخص بھی دنیا میں آیا ہے اسے یہاں سے ضرور رخصت ہونا ہے، کسی کو پہلے تو کسی کو بعد میں۔ یعنی ''آج وہ، کل ہماری باری ہے''۔ باوجود اس کے کہ موت ایک اٹل حقیقت ہے پھر بھی بعض ہستیاں ایسی ہوتی ہیں جن کی موت کا یقین نہیں آتا، ان ہی میں سے ایک میرے بھائی حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ بھی تھے جنہیں مرحوم لکھتے ہوئے آج نہ جانے کیوں قلم کانپ سا جاتا ہے گویا کہ وہ مرے نہیں، زندہ ہیں اور یہ کچھ ایسا غلط بھی نہیں کیونکہ جو لوگ خود کو دین پر قربان کر دیتے ہیں، جو قرآن پر مر مٹتے ہیں، جو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو اپنی زندگی کا محور بنا لیتے ہیں، جن کی زبان چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے تلاوت قرآن اور ذکر الٰہی سے تر رہتی ہے، جو دین کے لئے دنیا کو ٹھکرا دیتے ہیں، جو اپنی زندگی، اپنی خواہشات، لذات اور آسائشات کے بدلے جنت کا سودا کر لیتے ہیں اور جو اپنی حیات کو موت پر قربان کر دیتے ہیں، وہ مرتے کب ہیں؟ بلکہ اس جہان فانی سے دارالبقاء کی جانب کوچ کر جاتے ہیں، اس مختصر سی زندگی سے منہ موڑ کر حیات جاوداں سے ہمکنار ہو جاتے ہیں۔

جامعیت کا منبع

مولاناؒ نے جس طرح اپنی زندگی دین کی سربلندی کے لئے وقف کر رکھی تھی اور جس طرح دین حق کی تبلیغ وترویج، جہاد فی سبیل اللہ اور خدمت میں لگے رہے، ان کی راہ میں نہ جوانی کی امنگیں وخواہشات حائل ہو سکیں، نہ

پیرانہ سالی رکاوٹ بن سکی ۔ وہ کون سا میدان ہے جس میں مولاناؒ نے اپنے جوہر نہ دکھائے ہوں؟ خطابت کا آغاز کیا تو دیکھتے ہی دیکھتے سامعین کے دلوں کی آواز بن گئے ،مبلغ بنے تو تادم آخر قلوبِ مُردہ کو جلا بخشتے رہے،درس وتدریس کا انداز ایسا منفرد کہ دریا کو کوزے میں بند کرکے طلبا کو سیراب کردیتے ،مواعظ ایسے پر اثر کہ نہ جانے کتنوں کی زندگیاں بدل گئیں، دشمنان اسلام کے خلاف علم جہاد بلند کیا تو ان کے پیروکاروں نے روس اور امریکا جیسے سپر پاورز کو عبرتناک شکست سے دوچار کردیا۔ انہوں نے اپنی ساری زندگی اتحاد بین المسلمین اور نفاذ شریعت کے لیے وقف کررکھی تھی ،گویا کہ ان کی حیات کا نصب العین ہی یہی تھااور ان دو مقاصد کے حصول کیلئے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتے تھے،یہی وجہ ہے کہ وہ سب کچھ برداشت کرلیتے تھے مگر شریعت کے خلاف کوئی بات گوارا نہ تھی یعنی وہ عالم باعمل ہونے کے حوالے سے ایک بہترین نمونہ تھے، حیرت انگیز بات تو یہ کہ ایک طرف تو ان کی اس قدر مصروفیات تھیں جبکہ دوسری جانب تحقیق ، تصنیف ،ادب جیسے کل وقتی کاموں میں بھی ایک ممتاز حیثیت کے حامل تھے ،حمد اور نعتیہ کلام کے ذریعے رب العالمین اور رحمت اللعالمینﷺ سے اپنی محبت کا اظہار بھی کرتے رہتے تھے۔اللہ رب العالمین نے مولاناؒ کی زندگی میں وہ برکت عطا فرمائی تھی جو اس کے نیک بندوں کا ہی خاصہ ہے۔

حکمت وظرافت

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ حکمت وظرافت بہت کم یک جا ہوتی ہیں،عام طور پر جن کی طبیعت میں حکمت غالب ہوتی ہے ان میں ظرافت نہیں ہوتی اور جن کی طبیعت میں ظرافت غالب ہوتی ہے ان کا حکمت سے زیادہ واسطہ نہیں ہوتا لیکن مولاناؒ میں یہ دونوں صفات بدرجہ اتم موجود تھیں ،حکمت ان کی شان تھی تو ظرافت ان کی پہچان تھی ۔بذلہ سنجی وخوش طبعی گویا کہ ان کی گھٹی میں پڑی تھی ۔

یہ سوچ کر عقل حیراں رہ جاتی ہے کہ ایک شخص جس پر اس قدر بھاری ذمہ داریاں ہوں اور ہر طرف مسائل ہی مسائل ہوں ،وہ اس قدر بذلہ سنج وہنس مکھ کیسے ہوسکتا ہے؟ مگر مولاناؒ کی انفرادیت وکمال یہی تھا کہ وہ جب وعظ ونصیحت فرماتے تو ہنستوں کو رلا دیتے اور جب بذلہ سنجی پر آتے تو ایسے ایسے روتوں کو ہنسا دیتے جنہیں ہنسانا خود ایک کارِ محال تھا۔حاضر جواب ایسے کہ بڑے بڑوں کی بولتی بند کرادیتے لیکن ساتھ ہی ساتھ زہد وورع ، للہیت اور درویشی کے حوالے سے بھی ایک ممتاز شخصیت کے حامل تھے اور ان تمام کمالات وخصوصیات کے باوجود انکساری وتواضع کا پیکر تھے ۔ایسی بلند پایہ شخصیت کے لیے سب کے سامنے اپنی ہستی کی نفی کرنا کوئی آسان کام نہیں لیکن محسوس یہ ہوتا ہے کہ جیسے ان کے لیے یہ مشکل ترین کام کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتا تھا۔

مولاناؒ اپنے اسلاف واکابر کی یادگار تھے، زہد واستغنا کی دولت سے مالامال تھے ۔انہیں اپنے اکابر سے

محبت و عقیدت ہی نہیں، عشق تھا اور یہ ایک حقیقت ہے کہ جو لوگ اکابر سے سچی محبت و عقیدت رکھتے ہیں' اپنے بزرگوں' اساتذہ اور علماء کرام کا دل سے ادب کرتے ہیں اور ان کی پیروی کی کوشش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نہ صرف انہیں بلکہ ان کی اولادوں کو بھی دنیا و آخرت کی کامیابیوں و کامرانیوں سے نوازتا ہے۔ مولاناؒ محبت و شفقت اور عجز و انکساری کا پیکر تھے جو بڑوں کے سامنے اونچی آواز سے بولنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔

کہتے ہیں کہ جو درخت جس قدر پھل دار ہوتا ہے اسی قدر جھکتا چلا جاتا ہے نیز وہ پتھر مارنے والوں کو بھی پھل سے محروم نہیں رکھتا۔ مولاناؒ میں یہ دونوں خوبیاں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ تواضع و انکساری میں وہ ہمارے اسلاف کے پیروکار تھے اور دشمنوں کے بھی دوست تھے۔ پتہ نہیں مولاناؒ کس مٹی کے بنے تھے کہ خواہ ذاتی دشمنیاں ہوں یا سیاسی' مولاناؒ کو کبھی انتقام پر مجبور کرنا تو درکنار برانگیختہ بھی نہ کر پائیں۔ بقول شاعر

فروتنی است دلیلے رسید گان کمال

چوں سوار بمنزل رسید پیادہ شود

حسن کے جلوے بے شمار

مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہؒ فقط ایک شخصیت کا نام نہیں تھا بلکہ وہ اپنی ذات میں انجمن تھے۔ ان کی خدمات پر روشنی ڈالنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ ان کی دینی خدمات بیان کی جائیں یا سیاسی سرگرمیوں کو قلم انداز کیا جائے' ان کے جواہر خطابت کو موضوع سخن بنایا جائے یا دین پر جانثاری کے قصے بیان کئے جائیں' ان کے حسن سیرت کی داستانوں کو طشت از بام کیا جائے یا پھر ان کے مجاہدانہ طرز حیات کے گوشہ ہائے دلنشیں کو آشکارا کیا جائے۔ محو حیرت ہوں کہ مولاناؒ کی ہنگامہ خیز زیست کے کس پہلو کو صفحہ قرطاس کی زینت بناؤں اور کس سے صرف نظر کروں؟

اللہ تعالیٰ مولاناؒ کے درجات بلند فرمائیں اور ان کی سعی جمیلہ کو شرف قبولیت عطا فرمائیں اور ان کے شاگرد طالبان کو مزید ہمت و استقامت عطا فرمائیں تاکہ وہ روس کی طرح امریکا اور اس کے اتحادیوں سے افغانستان کو پاک کر کے ایک مرتبہ پھر وہاں مکمل طور پر شریعت نافذ کر سکیں، آمین۔